

# امریکہ میں وسط مدتی انتخابات

**تجزیہ نگار: ڈاکٹر محمد اقبال خلیل**

**چیئرمین انسٹیٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز پشاور**

اس ماہ یعنی 3 نومبر 2026ء کو امریکہ میں وسط مدتی انتخابات منعقد ہوئے۔ یہ انتخابات ہر چار سالہ صدارتی مدت کے وسط میں، یعنی ہر دو سال بعد منعقد ہوتے ہیں۔ ان انتخابات میں امریکی ایوانِ نمائندگان (House of Representatives)، سینیٹ کی بعض نشستوں، ریاستی اسمبلیوں اور گورنرز سمیت مختلف سطحوں پر نمائندوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

امریکی سیاسی نظام میں وسط مدتی انتخابات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ یہ انتخابات دراصل برسرِ اقتدار صدر کی پالیسیوں اور کارکردگی کے لیے ایک طرح کا عوامی امتحان ہوتے ہیں۔ جب کسی صدر کے اقتدار کے ابتدائی دو سال مکمل ہو جاتے ہیں تو عوام اس کی داخلی اور خارجی پالیسیوں، معاشی اقدامات اور مجموعی طرزِ حکمرانی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ووٹ کا استعمال کرتے ہیں۔

امریکہ میں بنیادی طور پر دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں: ریپبلکن پارٹی اور ڈیموکریٹک پارٹی۔ بیشتر انتخابی مقابلے انہی دونوں جماعتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ اگرچہ گرین پارٹی اور دیگر چھوٹی جماعتیں بھی انتخابی عمل میں حصہ لیتی ہیں، تاہم قومی سطح پر ان کا انتخابی اثر نسبتاً محدود رہتا ہے۔

امریکی انتخابی نظام کا ایک اہم مرحلہ پرائمری انتخابات (Primary Elections) ہیں۔ ان انتخابات میں سیاسی جماعتیں اپنے اندرونی انتخابی عمل کے ذریعے امیدواروں کا انتخاب کرتی ہیں۔ جو امیدوار اپنی جماعت کی نامزدگی حاصل کر لیتے ہیں، وہ بعد ازاں عام انتخابات میں حصہ لیتے ہیں۔ اس طرح کسی سیاسی جماعت کا امیدوار بننے سے لے کر عوامی نمائندہ منتخب ہونے تک ایک طویل انتخابی عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔

## ٹرمپ کی پالیسیوں کے خلاف عوامی ردعمل

2026ء کے وسط مدتی انتخابات کو پوری دنیا میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ اس کی ایک بڑی وجہ امریکہ کی خارجہ پالیسی، بالخصوص مشرقِ وسطیٰ میں جاری کشیدگی، فلسطین اور غزہ کی صورتِ حال اور ایران کے ساتھ امریکی تنازع تھا۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران اسرائیل کی جانب سے فلسطینی عوام، بالخصوص غزہ کے شہریوں پر ہونے والی تباہ کن کارروائیوں نے پوری دنیا کے انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ خواتین، بچوں، بزرگوں اور عام شہریوں کی ہلاکتوں نے عالمی سطح پر شدید ردعمل پیدا کیا۔

یہ محض ایک علاقائی یا سیاسی تنازع نہیں بلکہ انسانی حقوق، انسانی اقدار اور بین الاقوامی قوانین کا بھی ایک اہم سوال بن چکا ہے۔

اسرائیل کو امریکہ کی مسلسل سیاسی، عسکری اور مالی حمایت نے امریکی خارجہ پالیسی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح ایران کے ساتھ امریکہ اور اسرائیل کی کشیدگی اور فوجی کارروائیوں نے عالمی امن کے حوالے سے مزید خدشات پیدا کیے۔

ان واقعات کے نتیجے میں امریکہ سمیت یورپ کے متعدد ممالک میں فلسطینی عوام کے حق میں بڑے مظاہرے اور احتجاجی جلوس منعقد ہوئے۔ حیرت انگیز طور پر ان مظاہروں میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بڑی تعداد میں غیر مسلم، انسانی حقوق کے کارکن، طلبہ اور آزاد خیال شہری بھی شریک ہوئے۔

اس صورتِ حال نے امریکی سیاست میں ایک اہم سوال پیدا کیا کہ کیا امریکہ کی خارجہ پالیسی واقعی امریکی عوام کے مفادات کی ترجمان ہے؟ کیا امریکی ٹیکس دہندگان کی رقم بیرونِ ملک جنگوں اور فوجی کارروائیوں پر خرچ کرنا امریکی عوام کی خواہشات کے مطابق ہے؟ یہ سوالات اب امریکی معاشرے میں زیادہ شدت کے ساتھ اٹھائے جا رہے ہیں۔

## ڈونلڈ ٹرمپ کے انتخابی وعدے اور عملی اقدامات

جب ڈونلڈ ٹرمپ صدارتی انتخاب لڑ رہے تھے تو انہوں نے خود کو جنگوں کا مخالف اور امن کا علمبردار قرار دیا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا کے مختلف خطوں میں جاری تنازعات ختم کرانے اور امریکہ کو غیر ضروری جنگوں سے دور رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

انہوں نے مختلف مواقع پر یہ دعویٰ بھی کیا کہ انہوں نے متعدد ممالک کے درمیان جنگوں اور تنازعات کو ختم کرانے میں کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان گزشتہ سال پیدا ہونے والی کشیدگی کے حوالے سے بھی وہ اپنی سفارتی کامیابی کا دعویٰ کرتے رہے۔

تاہم ایران اور مشرقِ وسطیٰ کے معاملات میں ان کی پالیسی پر شدید تنقید کی گئی۔ ناقدین کے مطابق ایک طرف وہ جنگوں کے خاتمے اور امن کی بات کرتے رہے، جبکہ دوسری طرف امریکہ کی عسکری طاقت اور اسرائیل کی حمایت نے خطے میں کشیدگی کو بڑھانے میں کردار ادا کیا۔

فلسطین کے معاملے میں بھی امریکی حکومت کی پالیسی پر سوالات اٹھتے رہے۔ ایک طرف فلسطینی عوام کے لیے انسانی ہمدردی کا اظہار کیا جاتا رہا، جبکہ دوسری طرف اسرائیل کو فوجی اور مالی امداد فراہم کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

یہی تضاد امریکی عوام کے ایک بڑے طبقے کے لیے باعثِ تشویش بنا۔

## ایران کے خلاف جنگ اور امریکی پالیسی کی ناکامی

ایران کے ساتھ فوجی تصادم نے امریکی خارجہ پالیسی کے کئی بنیادی پہلوؤں کو نمایاں کیا۔ امریکہ کی جانب سے ایران پر دباؤ اور فوجی کارروائیوں کے باوجود ایرانی حکومت کو تبدیل کرنے کا مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔

امریکی پالیسی کے ناقدین کے مطابق ایران کے خلاف فوجی طاقت کا استعمال نہ صرف خطے کے امن کے لیے خطرناک تھا بلکہ اس سے امریکہ کے اپنے معاشی اور سیاسی مفادات بھی متاثر ہوئے۔

ایران نے بھی اپنی دفاعی صلاحیتوں کے ذریعے جواب دیا اور اس تنازع نے پورے مشرقِ وسطیٰ کو شدید خطرات سے دوچار کیا۔

یہاں ایک اہم سیاسی حقیقت سامنے آئی کہ کسی ملک کی فوجی طاقت اور جدید ٹیکنالوجی اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن کسی قوم کا عزم، اتحاد، تیاری اور قیادت بھی غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ایران کے معاملے میں امریکی حکومت اپنے مطلوبہ سیاسی نتائج حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس صورتِ حال نے امریکی عوام کے ایک طبقے میں جنگی پالیسیوں کے خلاف مزید سوالات پیدا کیے۔

## وسط مدتی انتخابات: ٹرمپ کے لیے سیاسی امتحان

2026ء کے وسط مدتی انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی کی کامیابی امریکی سیاست میں ایک بڑی تبدیلی کی علامت بن کر سامنے آئی۔

ڈیموکریٹس نے ایوانِ نمائندگان اور سینیٹ دونوں میں برتری حاصل کی۔ اس کامیابی کے نتیجے میں صدر ٹرمپ کے لیے آئندہ دو سال کے دوران قانون سازی اور حکومتی پالیسیوں پر عمل درآمد کا راستہ نسبتاً مشکل ہو گیا ہے۔

یہ نتائج اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ امریکی ووٹرز نے حکومت کی پالیسیوں، معاشی صورتِ حال اور خارجہ امور کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔

تاہم یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ان انتخابات کے نتائج کو صرف فلسطین یا ایران کی پالیسی سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ امریکی عوام کے ووٹ پر مہنگائی، روزگار، صحت، معاشی مشکلات اور داخلی سیاست سمیت متعدد عوامل اثر انداز ہوئے۔

اس کے باوجود مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال اور جنگی پالیسیوں پر عوامی ردعمل کو ان انتخابات کا ایک اہم سیاسی پہلو قرار دیا جا سکتا ہے۔

## امریکی سیاست میں مسلم کمیونٹی کا بڑھتا ہوا کردار

ان انتخابات کا ایک اور انتہائی اہم پہلو امریکی سیاست میں مسلم کمیونٹی کی بڑھتی ہوئی نمائندگی ہے۔ اس موضوع پر ان دنوں سوشل میڈیا اور امریکی ذرائع ابلاغ میں بھی خاصی بحث ہو رہی ہے۔

جب میں امریکہ جاتا رہا تو مجھے وہاں مسلم کمیونٹی کے مختلف افراد سے ملاقات اور گفتگو کا موقع ملتا تھا۔ میں چار مرتبہ امریکہ گیا اور تقریباً 2009ء تک وہاں آنا جانا رہا۔

ان ملاقاتوں کے دوران میری کوشش ہوتی تھی کہ امریکی مسلمانوں کو سیاسی عمل میں حصہ لینے کی ترغیب دوں۔ میں ان سے کہتا تھا کہ آپ امریکہ کے شہری ہیں، اس ملک کے سیاسی، سماجی اور قومی معاملات میں آپ کا بھی کردار ہونا چاہیے۔ آپ کو انتخابی عمل میں حصہ لینا چاہیے، اپنے امیدوار کھڑے کرنے چاہئیں اور اپنے ووٹ کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔

اس وقت بعض مسلمان دوستوں کا کہنا ہوتا تھا کہ امریکہ میں ہماری آبادی اور ووٹ کا تناسب صرف ڈھائی فیصد کے قریب ہے۔ اتنے محدود ووٹوں کے ساتھ ہم کیا تبدیلی لا سکتے ہیں؟

لیکن میرا ہمیشہ یہی مؤقف رہا کہ اگر کوئی کمیونٹی منظم ہو، سیاسی عمل میں مسلسل حصہ لے اور اپنے اجتماعی مفادات کے لیے جدوجہد کرے تو وقت کے ساتھ اس کا سیاسی اثر ورسوخ ضرور بڑھ سکتا ہے۔

آج امریکی سیاست میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی نمائندگی اس بات کی ایک اہم مثال ہے کہ مسلسل سیاسی شرکت اور منظم جدوجہد کے ذریعے تبدیلی ممکن ہے۔

## ڈیموکریٹک پارٹی میں مسلم نمائندگی

امریکہ میں مسلم کمیونٹی کے افراد مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل ہیں، تاہم ان کی بڑی تعداد ڈیموکریٹک پارٹی کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ڈیموکریٹک پارٹی میں افریقی امریکی، ایشیائی، جنوبی ایشیائی، ہسپانوی نژاد اور دیگر نسلی و سماجی گروہوں کی نمائندگی نسبتاً زیادہ دکھائی دیتی ہے۔

اس کے باوجود یہ سمجھنا درست نہیں ہوگا کہ ڈیموکریٹک پارٹی کی تمام پالیسیاں مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے مطابقت رکھتی ہیں۔

فلسطین، اسرائیل اور مشرقِ وسطیٰ کے معاملات میں ماضی کی ڈیموکریٹک حکومتوں کی پالیسیوں پر بھی تنقید ہوتی رہی ہے۔ صدر جو بائیڈن کے دور میں بھی اسرائیل کی حمایت اور غزہ کی صورتِ حال کے حوالے سے شدید اختلافات سامنے آئے تھے۔

اصل تبدیلی یہ ہے کہ اب امریکی معاشرے میں فلسطین اور مشرقِ وسطیٰ کے معاملات پر عوامی بحث زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔ نوجوانوں، طلبہ، انسانی حقوق کے کارکنوں اور مختلف مذہبی و سماجی طبقات نے ان معاملات پر کھل کر اپنی رائے کا اظہار شروع کر دیا ہے۔ یہ امریکی سیاست میں ایک اہم تبدیلی ہے۔

## امریکی یہودی کمیونٹی میں بھی تبدیلی

اس انتخابی صورتِ حال کا ایک قابلِ توجہ پہلو امریکی یہودی کمیونٹی کے اندر مختلف آرا کا سامنے آنا بھی ہے۔

یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ امریکی یہودی آبادی کو ایک ہی سیاسی یا نظریاتی نقطۂ نظر کا حامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کمیونٹی کے اندر بھی اسرائیلی حکومت کی پالیسیوں کے حامی اور مخالف دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔

امریکہ کے مختلف شہروں میں بعض یہودی تنظیموں اور شہریوں نے غزہ میں فوجی کارروائیوں کے خلاف احتجاج کیا اور فلسطینی عوام کے حقوق کی حمایت کی۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فلسطین کا مسئلہ صرف مذہبی وابستگی کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ انسانی حقوق، انصاف اور عالمی ضمیر کا مسئلہ بھی بن چکا ہے۔

## مسلم امیدواروں کی تاریخی کامیابیاں

2026ء کے وسط مدتی انتخابات میں مسلم امریکی امیدواروں کی کامیابیاں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

امریکی انتخابی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مسلمان امیدوار ڈاکٹر عبدالرحمن السید (Abdul El-Sayed) ریاست مشی گن سے امریکی سینیٹ کے لیے منتخب ہوئے۔ انہوں نے ریپبلکن امیدوار مائیک راجرز کو شکست دی۔

یہ کامیابی اس اعتبار سے تاریخی ہے کہ وہ امریکہ کی تاریخ کے پہلے مسلمان ہیں جو امریکی سینیٹ کے لیے منتخب ہوئے ہیں۔

اسی طرح کانگریس اور مختلف ریاستی اسمبلیوں میں بھی مسلم امیدواروں نے کامیابیاں حاصل کیں۔

کانگریس میں الہان عمر (Ilhan Omar) اور راشدہ طلیب (Rashida Tlaib) جیسی شخصیات پہلے ہی مسلم امریکی نمائندگی کی علامت بن چکی ہیں۔ نئی کامیابیوں نے اس نمائندگی کو مزید وسعت دی ہے۔

اس کے علاوہ مختلف ریاستوں اور مقامی حکومتوں میں بھی مسلمان امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔

امریکی مسلم شہری حقوق کی تنظیم CAIR اور اس سے وابستہ انتخابی ادارے نے بھی ان انتخابات میں مسلم امیدواروں کی ریکارڈ تعداد کی کامیابیوں کی اطلاع دی ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ نے بھی مسلم امریکیوں کی انتخابی کامیابیوں کو ایک اہم سیاسی پیش رفت قرار دیا ہے۔

یہ کامیابیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ امریکی مسلم کمیونٹی اب صرف ووٹ دینے والی کمیونٹی نہیں رہی بلکہ خود انتخابی سیاست اور فیصلہ سازی میں بھی فعال کردار ادا کر رہی ہے۔

## ڈاکٹر عبدالرحمن السید کی کامیابی کی اہمیت

ڈاکٹر عبدالرحمن السید کی امریکی سینیٹ کے لیے کامیابی تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔

وہ مصری نژاد امریکی ہیں اور پیشے کے اعتبار سے صحت عامہ اور وبائی امراض کے ماہر ہیں۔ ان کی کامیابی نے امریکی سیاست میں مسلم نمائندگی کے حوالے سے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔

امریکی سینیٹ ملک کے اہم ترین قانون ساز اداروں میں سے ایک ہے۔ وہاں قومی قوانین، بجٹ، خارجہ پالیسی اور اہم حکومتی فیصلوں پر بحث اور قانون سازی ہوتی ہے۔

اس ادارے میں کسی مسلمان کا منتخب ہونا یقیناً امریکی مسلم کمیونٹی کے لیے ایک اہم سنگِ میل ہے۔

اس سے پہلے مسلمان نمائندوں کی موجودگی زیادہ تر ایوانِ نمائندگان اور ریاستی اسمبلیوں تک محدود رہی ہے۔ اب سینیٹ میں بھی مسلم نمائندگی کا اضافہ ہو گیا ہے۔

یہ کامیابی صرف ایک فرد کی کامیابی نہیں بلکہ امریکی سیاسی نظام میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی شرکت اور ان کے سیاسی شعور کا اظہار بھی ہے۔

## مسلم نمائندوں سے ہماری توقعات

اس موقع پر میں ایک اہم بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ امریکہ میں کوئی مسلمان منتخب ہو گیا ہے تو وہ لازماً پاکستان کی حمایت کرے گا یا ہر معاملے میں کسی مسلمان ملک کے حق میں بات کرے گا۔

یہ نمائندے امریکہ کے شہری ہیں اور انہیں امریکی عوام نے منتخب کیا ہے۔ ان کی پہلی ذمہ داری امریکی آئین، قانون اور اپنے حلقے کے عوام کے مفادات کی نمائندگی کرنا ہے۔

البتہ جب امریکی مفادات اور انسانی حقوق کے تقاضے ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوں گے تو وہ ان معاملات پر مؤثر آواز اٹھا سکتے ہیں۔

فلسطین، غزہ، ایران اور دیگر عالمی تنازعات کے حوالے سے امریکی ایوانوں میں ایسے نمائندوں کی موجودگی اہم ہو سکتی ہے جو جنگ، فوجی مداخلت اور غیر ضروری اخراجات کے خلاف آواز بلند کریں۔

امریکہ کی جانب سے اسرائیل کو فراہم کی جانے والی مالی اور فوجی امداد کے بارے میں بھی اب امریکی معاشرے میں سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔

امریکی عوام یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کے ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی رقم بیرونِ ملک جنگوں اور فوجی کارروائیوں پر کیوں خرچ کی جا رہی ہے، جبکہ خود امریکہ میں مہنگائی، صحت اور تعلیم جیسے مسائل موجود ہیں۔

امید کی جا سکتی ہے کہ امریکی ایوانوں میں نئی نمائندگی ان سوالات کو زیادہ مؤثر انداز میں سامنے لائے گی۔

## امریکی سیاست میں نئی تبدیلی اور عالمی امن کی امید

2026ء کے وسط مدتی انتخابات نے امریکی سیاست میں ایک نئی صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔ اب ڈیموکریٹک پارٹی کو دونوں ایوانوں میں برتری حاصل ہونے کے بعد صدر ٹرمپ کی پالیسیوں پر پارلیمانی نگرانی اور تنقید کا امکان بڑھ گیا ہے۔

قانون سازی کے عمل میں اب مختلف نقطۂ نظر سامنے آئیں گے اور حکومتی اقدامات کو زیادہ سخت پارلیمانی جانچ پڑتال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

میرے خیال میں ان انتخابات کا ایک اہم پیغام یہ ہے کہ کسی بھی بڑی طاقت میں عوامی شعور اور جمہوری عمل کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

امریکہ ایک بڑی عالمی طاقت ہے اور اس کی داخلی اور خارجی پالیسیاں پوری دنیا کو متاثر کرتی ہیں۔ اس لیے وہاں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کے اثرات بھی عالمی سطح پر محسوس کیے جاتے ہیں۔

ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ امریکی سیاست میں پیدا ہونے والی یہ نئی صورتِ حال دنیا میں امن، انصاف اور انسانی حقوق کے فروغ کا ذریعہ بنے گی۔

خصوصاً فلسطین کے مظلوم عوام کو ریلیف ملے گا، غزہ کی تعمیرِ نو اور انسانی امداد کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے اور ایران سمیت خطے کے دیگر ممالک کے ساتھ تنازعات کو فوجی طاقت کے بجائے مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

امریکی وسط مدتی انتخابات 2026ء کا ایک اہم سبق یہ بھی ہے کہ کوئی بھی کمیونٹی اگر اپنے سیاسی، سماجی اور جمہوری حقوق کے حصول کے لیے مسلسل جدوجہد کرے تو وقت کے ساتھ اس کی آواز ایوانِ اقتدار تک پہنچ سکتی ہے۔

امریکی مسلم کمیونٹی نے بھی اپنے سیاسی کردار کو بتدریج مضبوط کیا ہے۔ آج اس کے نمائندے مختلف ریاستی اور قومی اداروں میں موجود ہیں اور امریکی پالیسی سازی میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔

یہ تبدیلی دیگر اقلیتوں اور دنیا بھر کی مسلم کمیونٹیز کے لیے بھی ایک اہم مثال ہے کہ جمہوری عمل میں فعال شرکت، تنظیم اور مسلسل جدوجہد کے ذریعے مؤثر نمائندگی حاصل کی جاسکتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ملک پاکستان پر بھی اپنا رحم و کرم فرمائے، فلسطین اور غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے اور انہیں امن، آزادی اور عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع عطا فرمائے۔

غزہ میں بارشوں اور سیلابی پانی کے باعث پناہ گزین کیمپوں میں مقیم لوگوں کی مشکلات مزید بڑھ گئی ہیں۔ ان کے خیمے، رہائش اور بنیادی ضروریات شدید متاثر ہوئی ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ان کی مدد فرمائے اور پوری دنیا کے انسانوں کو ان کی امداد کے لیے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

**جَزَاكُمُ اللهُ خَيْرًا كَثِيْرًا**

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

چیئرمین انسٹیٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز پشاور